OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk
JIRS, vol.:1, Issue:2, July – Dec 2016,
DOI: 10.36476/JIRS.1:2.12.2016.05, PP:75-91

عِبَادَتُ اور اِستِعَانَتُ
(سورۃالفاتحہ کی روشنی میں)

Worship and Beseeching for Help
(In the light of *Sūrah al Fātiḥa*)

*ڈاکٹر نور حیات خان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
**ڈاکٹر محمد اسماعیل بن عبدالسلام
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی زبان وادب، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ismail.numl@gmail.com

ABSTRACT

Sūrah al Fātiḥa it is a short *Sūrah*, yet full of facts and meanings, sweat and heart provoking. This *Sūrah* is the title of the *Qur'ān* and the whole *Qur'ān* is its explanation. The fundamental objectives of *Qur'ān*, faith and good deeds have been explained in this *Sūrah*. That is why this *Sūrah* is also proclaimed as "*Umm al Kitāb*" and "*Umm al Qur'ān*". Its Scripture is related to worship and help. The worship proceeds to seeking help. The word worship has three meanings: devotion, slavery and submission. Allah Almighty, time and again, ordered towards His submission and worship in the ╓oly*Qur'ān*. It is the esteem of worship on which Allah has **honored** His Prophet. He is the real Lord and all blessings and powers are for Him. He is Lord of lives and we should have trust in Him and seek help from Him. The separation, individuality and solitude are prohibited in Islam. The verses of *Sūrah al Fātiḥa* (ایاک نعبد و ایاک نستعین) gives the massage of congregation which is the solution of disturbance and riot. Who so ever wants to go paradise, should have attach to the *Ummah*.

Keywords: *Sūrah al Fātiḥa, Worship, Beseeching for help, Message of Unity*

سورت الفاتحہ کا مختصر تعارف

نام: اس سورت کے کئی ناموں میں سے چند ایک یہ ہیں:

الفاتحة، أم القرآن، السبع المثاني، القرآن العظيم، الشفاء، الرقية، الشافية، الكافية، سورة الصلوة، سورة الكنز، سورة الحمد والشكر والدعاء وغیرہ۔[1]

زمانہ نزول

اس سورت کی اہمیت کا اندازا اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ دو مرتبہ نازل ہوئی ہے اوّلاً مکہ میں، ثانیاً مدینہ میں۔[2]

قرآن وسنت میں فضیلت واہمیت

سورت الفاتحہ کی فضیلت کو خود اللہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ -[3]

"ہم نے تم کو سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار دہرائی جانے کے لائق ہیں اور تمہیں قرآن عظیم عطا کیا ہے"۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سورت فاتحہ کی نظیر نہ تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل اور زبور میں اور نہ خود قرآن کریم میں کوئی دوسری سورت اس کی مثل ہے۔[4] یہ سورت امتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے جیساکہ حضرت ابن عباس کے ایک اثر میں بیان ہوا ہے۔ آپ سے سَبْعُ الْمَثَانِي کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد فاتحۃ الکتاب یعنی سورتِ فاتحہ ہے جو آمتِ محمدیہ کے لئے مستثنیٰ اور ذخیرہ کرکے رکھا گیا ہے یہاں تک کہ قرآن مجید میں نازل فرمایا اور اس سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا[5]۔

یہ سورت اتنی اہمیت کے حامل ہے کہ اس کے بغیر نماز قبول ہی نہیں ہے۔[6]

فاتحہ اور قرآن کا تعلق

سورت فاتحہ قرآن کے ساتھ دیباچے کی حیثیت رکھتا ہے۔ دراصل یہ سورۃ ایک دعا ہے جو خدا نے ہر انسان کو سکھائی ہے جو اس کی کتاب کا مطالعہ کر رہا ہو۔ کتاب کی ابتدا میں اس کو رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم واقعی اس کتاب سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو پہلے خداوندِ عالم سے یہ دعا کرو۔[7]

قرآن مجید کی آیت سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ سے قرآن اور فاتحہ کے آپس میں گہرے تعلق کا اندازا لگایا جا سکتا ہے۔ اس تعلق کے بارے میں سید مودودی لکھتے ہیں کہ: "سورتِ فاتحہ ایک دعاء ہے جو بندے کے جانب سے اور قرآن اس کا جواب ہے خدا کی جانب سے۔ بندہ دعاء کرتا ہے کہ اے پروردگار! میری رہنمائی کر۔ جواب میں پروردگار پورا قرآن اس کے سامنے رکھ دیتا ہے کہ یہ ہے وہ ہدایت وراہنمائی جس کی درخواست تو نے مجھ سے کی ہے"۔[8]

حقیقت یہ ہے کہ سورت فاتحہ مختصر لیکن حقائق اور معانی سے لبریز، دل نشین ودل آویز جلیل القدر سورت ہے جس سے اس مقدس آسمانی کتاب کا آغاز ہوتا ہے جس نے تاریخِ انسانی کا رخ موڑ دیا۔ جس نے فکر ونظر میں انقلاب پیدا کردیا اور روح کو نئی زندگی بخش دی۔[9]

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اور قرآن سے تعلق

آیت کا ترجمہ: "اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی ہی سے مدد مانگتے ہیں"۔

امام ابن کثیر بحوالہ ابن عباس آیت کا مفہوم یوں لکھتے ہیں:

"**إِيَّاكَ نَعْبُدُ**: اے ہمارے رب ہم خاص تیرے ہی توحید مانتے ہیں اور تجھ سے ہی ڈرتے ہیں اور تیرے ہی ذات سے امید رکھتے ہیں۔ تیرے سوا کسی کی نہ ہم عبادت کریں، نہ ڈریں اور نہ امید رکھیں۔ اور **إِيَّاكَ نَسْتَعِين** سے مراد ہے کہ ہم تیرے تمام اطاعت اور اپنے تمام کاموں میں تجھ سے مدد مانگتے ہیں"۔[10]

امام رازی لکھتے ہیں:

عبادت سے مراد اللہ کی حکم کی تعظیم اور اس کی مخلوق پر شفقت ہے، جس پر تمام شرائع متفق ہیں۔ اس تفسیر کے بنیاد پر آیت کا مطلب تمام احکامِ شریعت کی اطاعت ہے۔[11]

عبادت و استعانت اور فاتحہ کا تعلق

امام ابن کثیر لکھتے ہیں: بعض سلف کا قول ہے کہ سارے قرآن کا راز فاتحہ میں ہے اور پوری سورت (فاتحہ) کا راز اس آیت إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينمين ہے۔[12]

اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آیت کے پہلے حصے میں شرک سے بیزاری کا اعلان ہے اور دوسرے حصے میں تمام قوتوں کا انکار ہے اور اپنی تمام کاموں کی سپردگی اللہ کی طرف ہے۔ خود سپردگی کے مضمون پر بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں، مثلاً:

۱-وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّه فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ[13]

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

پس اے نبی ﷺ، تو اسی کی بندگی کر اور اسی پر بھروسا رکھ۔

۲-رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا[14]

وہی مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اسکے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

مفسر ابنِ عاشور اس سلسلے میں لکھتے ہیں: سورتِ فاتحہ تین مقاصد پر مشتمل ہے:

ا۔ اللہ تعالیٰ کی ثناء جو تمام صفاتِ کمال پر مشتمل اور تمام نقائص سے پاک ہے۔ اللہ کے لئے الوہیت کی اثبات، بعث اور جزا و سزا کا اثبات جو۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سے مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ۔ میں پوشیدہ ہے۔

2۔ اوامر و نواہی جو إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِين سے صراط المستقيم۔ میں پنہاں ہے۔

3۔ وعد و وعید جو صراط الذین سے آخر تک پر مشتمل ہے۔ قرآن کے یہ تین بڑے مقاصد ہیں، باقی تکمیلات میں سے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں: إِيَّاكَ نَعْبُدُ سے مراد احکامِ شریعت ہے اور وَإِيَّاكَ نَسْتَعِين مراد احکامِ عمل [اخلاص فی العمل] ہے۔ اللہ کی طرف جانے والا راستہ ظاہر ہوگا یا باطن۔ ظاہر سے مراد عملِ بدنی ہے اور باطن سے مراد قلبی عمل ہے۔ پس ظاہری بدنی عمل شریعت ہے اور باطن سے مراد حقیقت ہے اور شریعت و حقیقت سے مراد اللہ کی عبودیت کا قیام حقیقت پر مطلوب ہے، جو لفظ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينمين جمع کیا گیا ہے[15]۔

آیت میں حکمتِ تقدیم و تاخیر

چونکہ دعاء میں استحضار اور خطاب اولیٰ ہے اس لئے اصل الفاظ میں نَعْبُدُكَ وَ نَسْتَعِيْنُكَ کی جگہ إِيَّاكَ کو مقدم کر کے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِين فرمایا، تاکہ حصر، یقین دہانی اور تاکید پیدا کی جائے۔ اور اسی طرح عبادت کو استعانت پر مقدم کیا ہے، حالانکہ استعانت عبادت پر مقدم ہے۔ یہ ترتیب اس لئے اختیار کیا ہے کہ استعانت عبادت کا ثمرہ ہے اور وسیلہ کی تقدیم حاجت کی طلب سے پہلے ہوتا ہے تاکہ جواب یقینی ہو جائے۔[16]

یہ بات پوری سورتِ الفاتحہ میں بطورِ تعلیم سمجھائی ہے کہ پہلے اپنے معبودِ حقیقی کی ثناء وتوصیف کرو اور اس کے بعد اپنی حاجت پیش کرو۔ اللہ کی ثناء اور حمد عبادت ہے اس کے بعد فرمایا کہ ہم بندگی، پرستش اور اطاعت وغلامی تیرے ہی کریں گے جو آپ کے استعانت کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس لئے بندہ کہتا ہے: اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

سورتِ فاتحہ میں اللہ کی عبادت اور اس سے استعانت کی خصوصی طلب ہے۔

آیئے ! دیکھتے ہیں ان دو مطالب کو قرآن کیسے بیان کرتا ہے؟

عبادت کا مفہوم

لغت میں عَبَدَ کے معنی: عاجزی، انکساری، تذلل، ملکیت، اطاعت وفرمان برداری، بندگی کرنا، غلام بنا لینا وغیرہ کے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

"كُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ "اى العبد المطيع الخاشع"[17]

ہم سب آپ کے فرمان بردار اور عاجز بندے ہیں۔

تحفہ الاریب میں عبد کے معنی غلام کے یوں بیان کئے گئے ہیں:

عبد: { عبدت } : اتخذت عبيدا " أي: خاضعون أذلاء"[18]

اس نے غلام بنا لیا، میں نے غلام بنالئے ہیں۔ یعنی عاجز اور فرمان بردار

اور احادیث مبارکہ میں عبد بمعنی بندگی اور غلامی کو یوں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ كلاأى حقا أنى عبد الله فلا أعلم الغيب إلا بالوحى فلا تطرونى وثقوا بماأقول فى جميع الأخبار[19]

"حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اور غیب نہیں جانتا مگر وحی کے ذریعے، پس مجھے بڑھا چڑھا کر پیش نہ کرو اور میرے ان تمام باتوں پر مضبوطی سے کاربند رہو جو میں کہتا ہوں"۔

۲۔ عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ الْحُصَيْنِ قَالَتسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعٌ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا مَا قَادَكُمْ بِكِتَابِ اللهِ ﷺ.[20]

"امِّ حصین روایت کرتی ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمارہے تھے "اگر تمہارے اوپر کوئی ناک کٹا حبشی غلام امیر مقرر کیا جائے پھر بھی اس کی سنو اور اس کی اطاعت کرو جب تک وہ تم کو کتاب اللہ کے اوپر چلائیں۔"

3 -عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لُعِنَ عَبْدُ الدِّينَارِ لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ.[21]

"حضرت ابو ھریرہ روایت کرتے ہیں: "رسول اللہ نے فرمایا: لعنت کی گئی ہے دینار اور درہم کے غلام پر۔"
ملا علی قاری لکھتے ہیں:

۴- عَبْدُ الشَّهْوَةِ أَذَلُّ مِنْ عَبْدِ الرِّق- [22]

"شہوات کی غلامی جسمانی غلامی کے مقابلے میں ذلیل تر ہے"

5-أن النبی أتی بهدية، قال: فنظر فلم يجد شيئا يضعها فيه، فقال: "ضعه بالحضيض، فإنما هو عبد يأكل كما يأكل العبد، ويشرب كما يشرب العبد". [23]

"آپ ﷺ کو ایک ہدیہ دیا گیا، راوی کہتا ہے آپ ﷺ نے دیکھا لیکن کوئی چیز رکھنے کے لئے نہ ملی، تو فرمایا: اسے زمین پر رکھ دیں، پس میں ایک غلام ہوں ایسا کھاتا ہوں جیسے ایک غلام کھاتا ہے اور ایسے پیتا ہوں جیسے ایک غلام پیتا ہے"
سید مودودی لکھتے ہیں: عبادت کا لفظ عربی زبان میں تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔پوجا اور پرستش ۲۔اطاعت اور فرمانبرداری ۳۔بندگی اور غلامی۔

یہاں پر تینوں معنی بیک وقت مراد ہیں۔یعنی ہم تیرے پرستار بھی ہیں، مطیع فرمان بھی اور بندہ وغلام بھی۔ان تینوں معنوں میں سے کسی معنی میں بھی کوئی دوسرا ہمارا معبود نہیں ہے۔[24]
المعجم الوسیط لکھتا ہے:(الْعِبَادَة) الخضوع للإله على وَجه التَّعْظِيم والشعائر الدِّينِيَّة-[25]

ترجمہ: عبادت کا معنی ہے: اللہ کی عظمت کی وجہ سے اطاعت اور دینی شعائر کی اتباع اختیار کرنا۔
امام جرجانی رقمطراز ہے: خواہشات نفس کے الرغم مکلّف کا فعل اپنے رب کی تعظیم کے لئے عبادت ہے۔[26]

عبادت کا وسیع مفہوم:

مذکورہ لغوی معنی کے بنیاد پر لفظِ عبادت تین مفاہیم پر مشتمل ہے: پرستش، غلامی اور اطاعت۔

اس سلسلے میں سید مودودی رقمطراز: خداکے واحد پروردگار ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان اسی کا شکر گزار ہو، اسی سے دعائیں مانگیں اور اسی کے آگے محبت وعقیدت سے سر جھکائے۔یہ عبادت کا پہلا مفہوم ہے۔

خداکے واحد مالک وآقا ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان اسی کا بندہ وغلام بن کر رہے، اس کے مقابلہ میں خود مختارانہ رویّہ نہ اختیار کرے اور اس کے سوا کسی اور کی ذہنی یا عملی غلامی قبول نہ کرے۔یہ عبادت کا دوسرا مفہوم ہے۔

خداکے واحد پرمان روا ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان اس کے حکم کی اطاعت اور اس کے قانون کی پیروی کرے، نہ خود اپنا حکمراں بنے اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے کی حاکمیت تسلیم کرے۔یہ عبادت کا تیسرا مفہوم ہے۔[27]

مذکورہ تینوں مفاہیم کے اعتبار سے بعض قرآنی آیات

عبادت بمعنی پوجا اور پرستش

پوجا اور پرستش کے لائق صرف اور صرف ایک ہی ذات اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔اس کے سوا کوئی اور اس کے لائق نہیں ہے۔تمام انبیائے کرام نے اس کی طرف دعوت دی ہے اور قرآن مجید ان کے تعلیمات کا مہیمن ہے۔قرآن مجید کے کئی ایک آیات میں یہ مضمون اس طرح بیان ہوا ہے۔مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ[28]

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا۔

۲۔قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا[29]

اِن سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟

عبادت بمعنی اطاعت اور فرمانبرداری

اطاعت کے لائق ایک ہی ذات اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔جس نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور تمام انبیائے کرام نے یہی بات اپنی امتوں کو سمجھائی ہے۔اس کے سوا کوئی اور اس قسم کے اطاعت کے لائق نہیں ہے ۔قرآن مجید کے کئی ایک آیات میں یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا[30]

وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں۔وہ اس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں (وہ اس شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں)

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ[31]

سو بولے کیا ہم مانیں گے اپنے برابر کے دو آدمیوں کو اور ان کی قوم ہمارے تابعدار ہیں۔

یٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا[32]

ابا جان،آپ شیطان کی بندگی (اطاعت) نہ کریں، شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔

یعنی شیطان کی اطاعت کرنا دراصل اس کی عبادت کرنا ہے،ورنہ معروف معنوں میں تو شیطان کی کوئی بھی عبادت نہیں کرتا،چونکہ اطاعت وہ شیطان کی کر رہے تھے۔اس لئے حضرت ابراہیم نے ان کی اس اطاعت شیطان کو عبادت شیطان قرار دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ عبادت محض پوجا اور پرستش ہی کا نام نہیں بلکہ اطاعت کا نام بھی ہے۔[33]

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ[34]

آدم کے بچو، کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: کسی کی اطاعت مطلقہ کرنا کہ ہر کام ہر حال میں اس کا کہنا ماننے اسی کا نام عبادت ہے چونکہ ان لوگوں نے ہمیشہ شیطانی تعلیم ہی کی پیروی کی، اس لئے ان کو عابد شیطان کہا گیا۔جیسا کہ حدیث میں اس شخص کو جو مال یا بیوی کی محبت میں آ کر ہر وہ کام کرنے لگے جس سے مال بڑھے یا بیوی راضی ہو اگرچہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہو ایسے شخص کو حدیث میں عبدالدرہم اور عبدالزوجہ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔[35]

عبادت بمعنی بندگی اور غلامی

کسی کی عبادت دراصل اس کی اطاعت کرنا ہے اور قرآن مجید میں اللہ نے بار بار اپنی مکمل غلامی اور بندگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ[36]

لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے لوگ جو ہو گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے۔

وَّنَحْنُ لَہ عٰبِدُوْنَ(37)

اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں۔

سید مودودی لکھتے ہیں: مسیحیّت کے ظہور سے پہلے یہُودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص اُن کے مذہب میں داخل ہوتا، اسے غُسل دیتے تھے اور اس غُسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دُھل گئے اور اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا۔ یہی چیز بعد میں مسیحیوں نے اختیار کر لی۔ اس کا اصطلاحی نام ان کے ہاں اِصطباغ (بپتسمہ) ہے اور یہ اصطباغ نہ صرف اُن لوگوں کو دیا جاتا ہے جو اُن کے مذہب میں داخل ہوتے ہیں، بلکہ بچّوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے، اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے؟ اللہ کا رنگ اختیار کرو، جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا، بلکہ اس کی بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے(38) جو مومن کی زبانِ قال اور حال کی پکار ہے۔

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہ(39)

ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْہُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ وَّکِیْلٌ (40)

یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق، لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو۔

اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْہِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ

وَاِلٰہَ اٰبَایِٕکَ اِبْراھیم وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰـھًا وَّاحِدًا(41)

پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھا؟ انہوں نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا: بچو! میرے بعد تم کس کی بندگی کروگے؟ ان سب نے جواب دیا: ہم اسی ایک خدا کی بندگی کریں گے، جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں ابراھیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ نے خدا مانا ہے"۔

عبادت اور شکر

اسی طرح کئی مقات پر قرآن مجید میں عبادت بمعنی شکر اور شکر بمعنی عادت بھی آیا ہے، گویا کہ شکر ایک قسم عبادتِ الٰہی ہے، تبھی تو اللہ تعالیٰ نے شکر کو عبادت کے ساتھ بار بار ملایا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ(42)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہ(43)

" در حقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو اور اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ [44]

لوگوں کو چاہئے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔

ان جیسی قرآن مجید کی کئی آیات میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ اگر تم واقعی اللہ کا شکر کرنا چاہتے ہو تو اس کی مکمل اطاعت وبندگی اختیار کرو۔

عبادت بمعنی ثلاثہ (پرستش، غلامی اور اطاعت)

اسی طرح قرآن جید کی کئی آیات میں بیک وقت عبادت کے مذکورہ تین معنی مراد ہوتے ہیں، اس سلسلے میں درج ذیل جیسے آیات کا مطالعہ مفید ہوگا:

١ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ [45]

یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق، لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّه [46]

یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔

عبادت کے درجات:

امام رازی عبادت کے تین درجات بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

١۔ ثواب کی امید اور عذاب کی خوف سے جو کمزور درجہ ہے۔

٢۔ اللہ کی عبادت کے ذریعے سے شرف حاصل کرنا جو پہلے درجے سے بہتر ہے۔

٣۔ اللہ کی عبادت اس لئے کی جائے کہ وہ خالق ہے اور عبادت کے مستحق ہے اور یہ اس کا بندہ اور غلام ہے۔ یہ عبادت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ [47]

مقامِ عبدیّت:

عبدیت بہت بلند مقام ہے یہی وجہ ہے اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس سے متصف کرکے فرمایا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِه لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا [48]

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ [49]

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا۔

احادیث میں بھی آپ ﷺ کے صفتِ عبدیت کا واضح تذکرہ یوں ملتا ہے:

-عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال قال رسول الله ρ «من توضأ فأحسن الوضوء ثم قال أشهد أن لا إلهإلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله فتحت له ثمانية أبواب من الجنة يدخل من أيها شاء». [50]

" حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور سول ہیں اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے ہیں، ان میں سے جس میں سے چاہے گا داخل ہوگا"۔

عن عبد الله قال علمنا رسول الله ﷺ« أن نقول إذا جلسنا في الركعتين التحيات لله و الصلوات والطيبات السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته سلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله».[51]

" حضرت عبداللہ سے روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت کے بعد تشہد میں بیٹھ کر یہ سکھایا کہ ہم کہہ دیں: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور صلوٰۃ وسلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر ہوں اور سلامتی ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور سول ہیں"۔

وفي صحيح البخاری عن عبدالله بن عمرو قال «قرأت في التوراة صفة محمد محمد رسول الله عبدي ورسولي سميته المتوكل---»[52]

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے تورات میں محمد الرسول اللہ ﷺ کے صفت کو پڑھا ہے [اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ] میرا بندہ اور رسول ہیں، جس کا نام میں نے متوکل [اللہ پر توکل کرنے والا] رکھا ہے۔"۔

ان احادیث میں جس چیز کا واضح تذکرہ ہے وہ آپ ﷺ کی صفتِ عبدیت اور توکل علی اللہ یعنی اللہ پر غیر متزلزل یقین واعتماد ہے۔ مطلب یہ کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبدیت کا حق ادا کردیا جس کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو رسالت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز کرکے اپنی ملاقات کا شرف بخشنے کے لئے (واقعہ اسراء ومعراج میں) قریب [قاب قوسین سے بھی زیادہ قریب] بلایا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى[53]

" پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا"۔

یہ وہ رتبہ اور مقام ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ کسی کو نہیں دیا گیا، جہاں اللہ سے آپ ﷺ کے راز ونیاز کے باتیں ہوئی۔

عبدیت ایک اعلیٰ صفت اور لقب ہے سب سے پہلے مستحق اگر اس کے ہیں تو وہ اللہ کے پیغمبر اور پرستادہ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ نے اس صفت سے تمام پیغمبروں کو متصف کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى[54]

تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔

یعنی پیغمبر عبدیت کے اعلیٰ اور چنیدہ مقام پر فائز ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور خاص مومن بندوں کو اس صفتِ عبدیت کو اختیار کرنے کی بنیاد پر جنت کی خوشخبری دی ہے فرمایا:

يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰت[55]

"اللہ اپنے بندوں کو خوشخبری دے دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے"۔

لہٰذا اللہ کی بندگی وغلامی اور اطاعت کسی کو نصیب ہو جائے تو یہ ایک عظیم رتبہ ہے اور اسی پر قناعت اختیار کرنا بلند رتبے کی علامت ہے۔

استعانت ومدد:

یہ موضوع کا دوسرا نکتہ ہے، جس کا لغوی معنی ہے کسی سے مدد طلب کرنا۔[56]

بندہ محض عبادت اللہ کے لئے خالص کرنے پر اکتفی نہیں کرتا بلکہ مزید یہ یقین دہانی بھی کرانا چاہتا ہے کہ خدایا میں ہر معاملے میں مدد واستعانت تجھ ہی سے طلب کروں گا۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری یہاں پر لکھتے ہیں: جیسے ہم عبادت صرف تیری ہی کرتے ہیں اسی طرح مدد بھی صرف تجھی سے طلب کرتے ہیں، تو ہی کارساز حقیقی ہے تو ہی مالکِ حقیقی ہے۔ ہر کام میں، ہر حاجت میں تیرے سامنے ہی دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔[57]

چونکہ تو ہی معبود حقیقی ہے، کائنات کی ساری نعمتیں، ساری طاقتیں تیرے ہاتھ میں ہیں، لہٰذا تیری مدد ہی پر ہمارا اعتماد ہے۔ اسی بنا پر ہم اپنی یہ درخواست لے کر تیری خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔[58]

ایک مسلمان عبادت اور استعانت کی جو بات کہہ رہا ہے اگر واقعی شعوری طور پر یہ سب کچھ کہہ رہا ہے تو یہ وہ مقام ہے کہ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَ: قَسَمْتُ الصَّلاةَ بَيْنِى وَبَيْنَ عَبْدِى نِصْفَيْنِ، وَلِعَبْدِى مَا سَأَلَ وَإِذَا قَالَ:

{إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} قَالَ:هَذَا بَيْنِى وَبَيْنَ عَبْدِى، وَلِعَبْدِى ماَ سَأَلَ»۔[59]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ میرے بندے کے لئے وہ جو وہ چاہتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے[**إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ**] تو اللہ فرماتے ہیں یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے، اور میرے بندے نے جو مانگا ہے وہ اسے عطاء کیا جائے گا۔

اس عنوان سے متعلق چند آیات۔

اللہ سے استعانت

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً[60]

لوگو! اپنے رب سے عاجزی اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا[61]

اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا۔

غیر اللہ سے استعانت کی حقیقت

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِه فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا[62]

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انھیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ[63]

تم لوگ خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو وہ تو محض بندے ہیں جیسے تم بندے ہو۔ ان سے دعائیں مانگ کر دیکھو، یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر ان کے بارے میں تمہارے خیالات صحیح ہیں۔

غیر اللہ سے استعانت کا نتیجہ

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَه وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ[64]

جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ[65]

جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے"۔

لفظ استعانت کی جامعیت

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں" کے الفاظ عام ہے، اس وجہ سے یہ طلب مدد خاص عبادت کے معاملے میں بھی ہو سکتی ہے اور زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی۔ عبادت میں بندہ خدا کی مدد کا محتاج توفیق و رہنمائی اور ثبات و استقامت کے لئے ہوتا ہے کیونکہ عبادت بالخصوص جب کہ وہ زندگی کے ہر پہلو میں خدا کے اطاعت پر جب مشتمل ہو ایک بڑی آزمائش کی چیز ہے۔۔۔ یہاں حصر نے شرک کے تمام علائق کا ایک قلم خاتمہ کر دیا کیونکہ اس اعتراف کے بعد بندے کے پاس کسی غیر اللہ کو نہ کچھ دینے کو رہا اور نہ اس سے کچھ مانگنے کی گنجائش باقی رہی۔[66]

چونکہ بعض مشرکین بتوں کی عبادت اصالۃً کیا کرتے تھے اور بعض ان کو معبود بناکر قرب کا ذریعہ بناتے جیسا کہ قرآن بیان کرتا ہے: مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى-[67]

"ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں"۔

گویا وہ عبادت واستعانت کو جمع کرتے تھے لہٰذا اس طرزِ عمل سے ایک مومن بریت کا اظہار کرتے ہوئے یقین دلاتا ہے کہ ہم ایسا نہیں کریں گے کہ عبادت واستعانت میں کسی اور کو شریک کریں، بلکہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس سے ہی استعانت طلب کریں گے۔ یہ وہ مقام ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عباس کی راہنمائی ان الفاظ میں فرمائی تھی:

«يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظْ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظْ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلْ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ»۔ (68)

ترجمہ: اے لڑکے میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں: اللہ کے احکامات کو پیشِ نظر رکھو، اللہ آپ کی حفاظت کرے گا اور تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ اور جب تو کچھ مانگتا ہے تو اللہ سے مانگا کر، اور جب تو کوئی مدد طلب کرتا ہے تو اللہ سے مانگا کرو۔ یہ بات خوب سمجھ لو کہ اگر تمام لوگ جمع ہو جائے اور آپ کو کسی چیز کی نفع دینا چاہے تو نہیں دے سکتے اِلّا یہ کہ جو اللہ نے تیرے لئے لکھ لیا ہے۔ اسی طرح اگر وہ جمع ہو جائے اور آپ کو کوئی نقصان دینا چاہے تو نہیں دے سکتے اِلّا یہ کہ جو اللہ نے تیرے لئے لکھ لیا ہو۔

اسلام میں استعانت اور وسیلہ

اسلام میں نیک اعمال پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور یہ بات بتھائی گئی ہے کہ نیک اعمال مومن کے لئے باعثِ استعانت اور وسیلہء نجات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (69)

"مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو"۔

گویا کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال وسیلہ ہے اور بطورِ مثال ایک بہترین نیک عمل کا تذکرہ فرمایا یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ امام ابنِ کثیر اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

تقویٰ قربت الٰہی کی بنیاد ہے۔ تقوے کا حکم ہو رہا ہے اور وہ بھی اطاعت سے ملا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے منع کردہ کاموں سے جو شخص رکا رہے، اور اللہ کا قرب تلاش کرے۔ وسیلے کے یہی معنی حضرت ابن عباس سے منقول ہیں۔ حضرت مجاہد، حضرت وائل، حضرت حسن، حضرت ابن زید اور بہت سے مفسرین سے بھی یہی مروی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت اور اس کی مرضی کے اعمال کرنے سے اس سے قریب ہوتے جاؤ۔ پھر ابن زید نے یہ آیت بھی پڑھی:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (70)

" جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق"۔

ائمہ نے اس آیت کے ضمن میں وسیلے کے جو معنی بیان کئے ہیں اس پر سب مفسرین کا اجماع ہے، اس میں کسی ایک کو بھی اختلاف نہیں۔ جس میں وسیلہ بمعنی قربت اور نزدیک ہونے کے مستعمل ہوا ہے۔ وسیلے کے معنی اس چیز کے ہیں جس سے مقصود کے حاصل کرنے کی طرف پہنچا جائے اور وسیلہ جنت کی اس اعلیٰ اور بہترین منزل کا نام ہے جو رسول کریم ﷺ کی جگہ ہے۔ عرش سے بہت زیادہ قریب یہی درجہ ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے "جو شخص اذان سن کر دعا (اللھم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ) الخ، پڑھے اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے"۔[71]

سنن ابو داود کی روایت کردہ حدیث میں ہے "جب تم اذان سنو تو جو مؤذن کہہ رہا ہو، وہی تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو، ایک درود کے بدلے تم پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو، وہ جنت کا ایک درجہ ہے، جسے صرف ایک ہی بندہ پائے گا، مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا، اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو گئی"۔[72]

مسند احمد کی روایت میں ہے "جب تم مجھ پر درود پڑھو تو میرے لئے وسیلہ مانگو، پوچھا گیا کہ وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا جنت کا سب سے بلند درجہ جسے صرف ایک شخص ہی پائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں"[73] پھر تقویٰ یعنی ممنوعات سے رکنے اور احکام کے بجالانے کا حکم دے کر فرمایا "اس کی راہ میں جہاد کرو، مشرکین و کفار کے ساتھ جو اس کے دشمن ہیں اس کے دین سے الگ ہیں، اور اس کی سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔[74]

نیک اعمال کا وسیلہ راہِ نجات ہے۔آپ ﷺ نے گزشتہ کسی قوم کے تین افراد کا قصہ ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے، جس میں نیک اعمال کے وسیلے کا ذکر ہے۔اس قصے (قصۃ إصحاب الغار الثلاثۃ والتوسل بصالح الأعمال) میں تین اعمالِ صالحہ کا ذکر ہے۔ جیساکہ مذکور ہے:

«خَرَجَ ثَلاثَةٌ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ قَالَ: فَقَالَ بَعْضُهُمْلِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالاً عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً للهِ فَادْعُوا اللهَ تَعَالَى بِهَالَعَلَّ اللَّهَيَفْرُجُهَا عَنْكُمْ». [75]

اس حدیث میں تین اہم باتیں یہ ذکر ہوئی ہیں:

۱۔ خدمتِ والدین کے اعلیٰ معیار کا ذکر

۲۔ عفت و پاک دامنی کے اعلیٰ معیار کا ذکر

۳۔ امانت ودیانت اور انسانی خیر خواہی کا اعلیٰ معیار۔

اس حدیث میں ہے کہ جب انہوں نے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا اور کہا کہ اے اللہ اگر ہم نے یہ محض تیرے رضا کے لئے کئے ہیں تو ہم سے یہ چٹان ہٹادیں تو اللہ نے غار کے منہ سے چٹان ہٹایا اور وہ چلتے بنے۔

اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت

آیتِ مذکورہ میں جمع کے صیغے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ عبادت اور خصوصاً نماز کی اساس جمع وجماعت پر رکھی گئی ہے، یہاں تک کہ جب بندہ خدا کے سامنے راز ونیاز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسے چاہئیے کہ اپنے آپ کو جماعت اور اجتماع کے ساتھ شمار کرے چہ جائنکہ اس کی زندگی کے دیگر کام۔اس بناء پر ہر قسم کی انفرادیت علیحدگی، گوشہ نشینی اور اس قسم کی چیزیں قرآن اور اسلام کی نظر میں مردود قرار پائی ہیں۔[76]

گویا اس آیت مبارکہ (إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) کا ایک اہم پہلو اجتماعیت کا پیغام ہے، اسلام میں عموماً اجتماعیت پر بہت زور دیا گیا ہے بلکہ اسلام کے تمام ارکان وعبادات حقیقت میں اجتماعیت کے مظاہرِ اتم ہیں، خواہ یہ نماز ہو، یا حج، زکوۃ ہو یا روزہ۔

اسلام میں اجتماعیت کے ساتھ جڑے رہنے کے بڑے فوائد اور ثمرات بیان کئے گئے ہیں اور مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اجتماعیت کے ساتھ وابستہ رہے، ورنہ گرفتارِ فتنہ رہوگے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ[77]

"جو لوگ منکرِ حق ہیں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔اگر تم یہ نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا"۔

اور اسی طرح اجتماعیت سے وابستہ رہتے ہوئے توصوا بالحق اور تواصوا بالصبر کے فریضے سے انسان شیطان کے حملوں سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے جماعت کے ساتھ رہنے کی بڑی تاکید فرمائی:

«عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنْ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمْ الْجَمَاعَةَ».[78]

"جماعت کو لازم پکڑو اور افتراق سے بچو کیونکہ شیطان فرد کے ساتھ ہولیتا ہے اور وہ دو افراد [جماعت] سے دور رہتا ہے اور جو جنت کے بیچ میں پہنچنا چاہتا ہے وہ جماعت کو لازم پکڑے"۔

حواشی ومصادر (References)

(1) قرطبی، بیضاوی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، س ن، جلد:۱، صفحہ:۷۳۔

(2) التفسیر البیضاوی، دارفراس للنشر والتوزیع، س ن۔التسہیل لعلوم التنزیل، محمد بن احمد بن محمد بن عبد اللہ، ابن جزی الکلبی الغرناطی، ناشر: شرکۃ دار الأرقم بن ابی الأرقم –بیروت، الطبعۃ: الأولی –۱۴۱۶ھ۔

(3) الحجر:۸۷۔

(4) رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ وقال حسن صحیح، والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم، قرطبی، دار الکتاب العربی بیروت ۲۰۰۶ء، ص:۱۴۶/۱۔

(5) إخرج ابن جریر وابن المنذر والطبرانی وابن مردویہ والحاکم وصححہ، والبیہقی فی سننہ عن ابن عباس: إنہ سئل عن السبع المثانی قال: فاتحۃ الکتاب، استثناہا اللہ لأمۃ محمد، فرفعہا فی إم الکتاب فدخرہا لہم حتی إخرجہا ولم یعطہا إحداً قبلہ۔ (الدر المنثور فی التاویل بالماثور، لعبد الرحمن بن إبی بکر، جلال الدین السیوطی، ص:108/6)۔

(6) جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ [سنن النسائی الکبری، باب من قال یقتصر فی الاخرین]

(7) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص: ۴۲/۱۔

(8) ایضاً ص: ۲۴/۱۔

(9) ازھری، محمد کرم شاہ، پیر، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز: لاہور۔ کراچی، ص: ۲۰/۱۔

(10) ابن کثیر، اسماعیل، تفسیر ابن کثیر، ترجمہ: خطیب الہند محمد جوناگڑی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور ۲۰۰۳ء۔ ص: 1/ ۶۱۔

(11) الرازی، محمد ابن عمر، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)، الناشر: دار إحیاء التراث العربی –بیروت، ط/۱۴۲۰، ۳ھ۔ جلد:۱، ص: ۲۶۔

(12) ابن کثیر، اسماعیل، تفسیر ابن کثیر، ترجمہ: خطیب الہند محمد جوناگڑی، ص: ۶۱/۱۔

(13) ھود: ۱۲۳۔

(14) المزمل: ۹

(15) ابن عاشور، محمد طاہر، تفسیر ابن عاشور، موسسۃ التاریخ بیروت، ۲۰۰۰ء۔ ص: ۱۳۱/۱—132

(16) محمود صافی، جدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، سن تالیف: ۱۹۹۰ء۔

(17) انظر: سنن النسائی الکبری إحمد بن شعیب، إبو عبد الرحمٰن، مؤسسۃ الرسالۃ، ص: 336/۱، ومجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار جمال الدین، محمد طاہر بن علی الصدیقی الہندی الفَتَّنِی الکجراتی (التوفی: 986ھ)، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ط/۳، 1967م

(18) تحفۃ الأریب بما فی القرآن من الغریب، إبو حیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان إثیر الدین الأندلسی (التوفی: 745ھ-)، المحقق: سمیر المجذوب، المکتب الإسلامی، ط/۱، ۱۹۸۳م، ص: ۲۲۰/۱۔

(19) جمال الدین، محمد طاہر بن علی الصدیقی الہندی الفَتَّنِی الکجراتی، مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار، الناشر: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ط/۳-1967م، ص: 168/۲

(20) محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، باب: طاعۃ الامام، دار السلام، ریاض، ۲۰۰۰ء، حدیث نمبر: ۲۸۵۲۔

(21) ایضاً ماجاء فی حق المال بحقہ، حدیث نمبر: ۲۲۹۷۔

(22) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، الملا علی القاری، ص: ۲۰۴۹/۵

(23) مسند ابن ابی شیبۃ، ص: ۲۴۸/۳۔

(24) تفہیم القرآن، ۴۵/۱، ۴۴۔

(25) نخبہ من العلماء، المعجم الوسیط، دار الدعوۃ استنبول، ترکیہ، ۱۹۸۹ء، جلد: ۲،۱، ص: ۵۷۹

(26) محمد بن علی الجرجانی، کتاب التعریفات، دار الکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۲ء، ص: ۱۲۱

(27) تفہیم ۲۶۳/۲

(28) البقرہ: ۸۳

(29) المائدہ: ۶۷

(30) النساء: ۱۱۷

(31) المومنون: ۴۷

(32) مریم: ۴۴

(33) مزید تشریح کے لیئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد سوم، الکہف، حاشیہ 50،49۔ مریم، حاشیہ ۲۷

(34) یٰسٓ: ۶۰

(35) معارف القرآن، دیکھئے: بخاری حدیث: ۶۴۳۵، ۲۸۸۶۔ حدیث میں عبد الزوجہ کے الفاظ نہیں ہے۔

(36) البقرہ: ۲۱

(37) البقرہ: ۱۳۸

(38) تفہیم القرآن: سُورَۃُ البَقَرۃ حاشیہ نمبر: ۱۳۷

(39) آل عمران: ۶۴

(40) الانعام: ۱۰۲

(41) البقرہ: ۱۳۳

(42) البقرہ: ۱۷۲

(43) العنکبوت: ۱۷

(44) قریش: ۳

(45) الانعام: ۱۰۲

(46) الکھف: ۵۰

(47) تفسیر ابن عاشور، جلد: ا، ص: ۱۷۸

(48) الاسراء: ۱

(49) الکہف: ۱

(50) النسائی، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمٰن، سنن النسائی الکبری، دار الکتب العلمیۃ بیروت، حدیث: ۱۴۱

(51) سنن النسائی الکبری، حدیث: ۷۴۸

(52) ابن القیم، التفسیر القیم، (جمع وترتیب): محمد اویس الندوی

(53) النجم: ۵۳: ۹، ۸

(54) النمل: ۵۹

(55) الشوری: ۲۳

(56) المعجم الوسیط، جلد ا، ۲، ص: ۶۳۸، بلیاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات (عربی اردو ڈکشنری) ایچ ۔ایم سعید کمپنی، کراچی۔ ۱۹۸۱ء، ص: ۵۸۶

(57) تفسیر ضیاء القرآن ۱/۲۴

(58) تفسیر تفہیم القرآن ۱/۴۵

(59) مسلم: عَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃَ؛ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ، باب ماجاء فی القراۃ فی الصلوۃ، دار السلام، ۲۰۰۰ء

(60) الاعراف: ۵۵

(61) البقرہ: ۲۸۶

(62) الاسراء: ۵۶

(63) الاعراف: ۱۸۹

(64) الحج: ۲۲: ۷۳

(65)غافر:٦٠

(66)اصلاحی، امین احسن، تدبرِ قرآن، ناشر: ماجد خاور، ۱۹۸۲ء، ص:۵۸/۱

(67)الزمر:۳۔

(68)الترمذی، محمد بن عیسی، حدیث:۲۴۴۰، الکتاب مشکول ومرقم آلیا غیر موافق للمطبوع وھو متن مرتبط بشرحہ

(69)المائدۃ:۳۵

(70)الاسراء:۱۷:۵۷

(71) صحیح بخاری، حدیث:۶۱۴و۴۷۱۹

(72)ابوداود، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، باب: مایقول اذا سمع الموذن، دار السلام، ۲۰۰۰ء (کتب الستۃ)، حدیث:۴۳۹

(73)احمد بن حنبل، امام، ابو عبداللہ الشیبانی، مسند احمد، تحقیق: شعیب الأرنؤوط وآخرون، مؤسسہ الرسالہ، حدیث:۱۴۶۷۴

(74) تفسیر ابنِ کثیر، سورتِ مائدہ

(75)بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب البیوع: باب إذا اشتری شیئًا لغیرہ بغیر إذنہ فرضی، دار السلام، ۲۰۰۰ء (کتب الستۃ)

(76) تفسیر نمونہ، آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، ترجمہ: اہلِ قلم کی ایک جماعت، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ص:۵۷/۱

(77)الانفال:۷۳

(78)جامع ترمذی باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ حدیث نمبر۲۰۹۱